# آداب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر مولانا محمد صدیق صاحب

الحمد للہ وحدہ والصلوہ والسلام علی من لانبی بعدہ

یاایھا الذین امنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکافرین عذاب الیم (سورۃ بقرہ ۱۰۴)

اے اہل ایمان (اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کے وقت) "راعنا" مت کہا کرو۔ "انظرنا" کہا کرو اور خوب سن رکھو اور کافروں کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہے۔

(یاایھا الذین امنوا) اے اہل ایمان۔

امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوہ والسلام کے مسلمانوں کا یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔ کہ رب العالمین نے ان کو اس جیسے محبت بھرے انداز سے مخاطب فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اٹھاسی مرتبہ مسلمانوں کو (یاایھا الذین آمنوا) کے الفاظ سے خطاب کا شرف بخشا ہے (جبکہ راقم کی تحقیق کے مطابق یہ لفظ نواسی (۸۹) مرتبہ استعمال ہوا ہے۔) اور یہ پہلا مقام ہے دراصل یہ اس امت کا ہی امتیاز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں۔ تورات میں اہل کتاب کو "یاایھا المساکین" کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔ مساکین مسکنت سے ماخوذ ہے جس کے معنی فقروفاقہ اور ناداری کے ہیں۔

عام طور پر خطاب کے انداز سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ مخاطب سے کیا سلوک ہونے والا ہے۔ ثواب کا یا عقاب کا۔ اہل کتاب کو "یاایھا المساکین" سے خطاب کیا گیا تو بالاخر یہ بات واضح ہوئی۔ کہ "ضربت علیھم الذلہ والمسکنہ (بقرہ ۶۱) یعنی نوبت یہاں تک پہنچی کہ ذلت وخواری اور پستی وبدحالی ان پر مسلط ہو گئی۔

اور ادھر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (یا ایھا الذین امنوا) سے خطاب فرمایا اور بالآخر ان کو اس طرح خوشخبری سنائی گئی کہ "وبشر المومنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا" (احزاب ۴۷)

یعنی اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ایمان والوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے اللہ تعالٰی کی طرف سے بڑا فضل ہے۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جب اللہ تعالٰی دنیا میں اس امت کو ایمان کے ساتھ منسوب کر کے خطاب فرما رہے ہیں جو "امن اور امان" سے مشتق ہے یہ طرز خطاب اس پر دلالت کرتا ہے کہ قیامت کے دن بھی اللہ کریم ان کو جہنم کی آگ سے امان' حفاظت' عطا فرمائیں گے کیونکہ ابتدا انتہا کی غمازی کرتی ہے۔

لفظ "مومن" سب اسماء اور صفات سے افضل اور اچھا اسم (نام) ہے جب اللہ سبحانہ وتعالٰی ہمیں دنیا میں تمام اسماء وصفات میں سے افضل اسم (نام) کے ساتھ مخاطب فرماتا ہے۔ اور یہ ہمارے ساتھ دنیا میں اللہ تعالٰی کا بہت اچھا معاملہ ہے تو ہمیں اللہ تعالٰی کے فضل وکرم سے پوری امید ہے کہ آخرت میں بھی ہمارے ساتھ سب سے بہتر معاملہ کرے گا۔ شرط یہ ہے کہ ہم سچے مومن بن جائیں اور اللہ تعالٰی سے کثرت کے ساتھ دعا کیا کریں کہ

"ربنا اتنا فی الدنیا حسنہ و فی الاخرہ حسنتہ و قنا عذاب النار"

"اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الاخرہ۔ امین

(لاتقولوا راعنا) نہ کہو راعنا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں مسلمانوں کے ساتھ یہودی بھی بیٹھتے۔ یہودیوں نے ایک شرارت ایجاد کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات وضاحت کے لئے پوچھتے تو لفظ "راعنا" کہتے۔ جس کے معنی ان کی عبرانی زبان میں ایک بددعا کے ہیں۔ اور اسی نیت سے کہتے تھے مگر عربی زبان میں اس کے ایک معنی ہماری مصلحت کی رعائت کیجئے۔ کے

بھی ہیں اس لئے صحابہ کرام اس شرارت کو نہ سمجھ سکے اور جب کبھی وضاحت مطلوب ہوتی ۔
تو یہی لفظ راعنا کہہ دیتے۔ اس سے ان بدبختوں کو اور گنجائش ملی۔ آپس میں بیٹھ کر ہنستے اور
کہتے کہ اب تک تو ہم ان کو خفیہ برا کہتے تھے اب علانیہ کہنے کی تدبیر ایسی ہاتھ آگئی کہ اب
مسلمان بھی ہمارے ساتھ شریک ہوگئے۔ لیکن بعض مسلمانوں کو اس شرارت کا کچھ علم ہوگیا۔
حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کچھ ان کی زبان سمجھتے تھے انہوں نے یہودیوں سے کہا
"لئن سمعتها من احد منكم يقولها للرسول صلى الله عليه وسلم
لاضرب عنقه" یعنی اگر میں نے اب تم سے کسی کی زبان سے یہ کلمہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے متعلق کہتے ہوئے سن لیا تو اس کی گردن توڑ دوں گا۔ یہودی کہنے لگے تم بھی تو کہتے
ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس گنجائش کو۔ جس سے یہودی فائدہ اٹھاتے تھے۔ ختم کرنے
کے لئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ یہ لفظ "راعنا" بالکل نہ کہا کرو بلکہ "انظرنا" کہہ لیا کرو۔

یہ لفظ (راعنا) مراعات سے امر کا صیغہ ہے جس کا معنی ہماری رعائت کیجئے۔ اور یہ اس
وجہ سے بھی نامناسب لفظ تھا کہ اس میں بے ادبی کا احتمال ہے۔ کیونکہ یہ لفظ باب مفاعلہ سے
ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ ہماری رعائت کیجئے ہم آپ ﷺ کی رعائت کریں
گے اس میں برابری کا شائبہ تھا۔

**دوسری وجہ :-** اس لفظ سے روکنے کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہودی یہ لفظ بولتے وقت
زبان دبا کر کہتے تو راعینا بن جاتا۔ یعنی ہمارا چرواہا۔

**تیسری وجہ :-** یہودیوں نے یہ لفظ استعمال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو منع فرمایا کہ ان
کافروں کو ان کے اقوال وافعال میں مشابہت نہ کی جائے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ رعونت سے
ہو جس کا معنی حماقت و بیوقوفی ہے۔

"وقولوا انظرنا" اور کہو انظرنا

انظرنا کا معنی ہے ہمارا انتظار کیجئے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

"یوم یقول المنافقون والمنافقات للذین امنوا انظرونا نقتبس من نورکم" "سورہ حدید ۱۳"۔

اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کیجئے۔ کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔

یا "انظرنا" کا معنی ہے ہماری طرف دیکھئے یعنی انظر الینا

(واسمعوا) اور خوب سن رکھو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اچھی طرح توجہ سے سنو تاکہ پوچھنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس بارے میں تمہیں حکم دیا ہے اس کو اچھی طرح سن لو اور اس کے بعد کبھی بھی راعنا نہ کہنا۔

## برائی کے ذریعہ کو بند کرنا ضروری ہے:-

اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ برائی کے ذریعہ کو بند کرنا ضروری ہے جو جائز کام محرمات (ناجائز کاموں) کے ارتکاب کا سبب (ذریعہ) بنے اس سے رکنا ضروری ہے۔

لفظ (راعنا) کو اچھے معنی کے لحاظ سے بولنا اگرچہ جائز تھا لیکن اس سے بدطینت لوگ برے معنی مراد لے کر بے ادبی کی نیت سے بولتے تھے لہٰذا منع کر دیا گیا۔

اس کی قرآن وحدیث میں کئی مثالیں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لا ولاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم" (سورہ انعام ۱۰۸)

اور جن کو یہ مشرک خدا کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں خدا کو بے ادبی سے بے سمجھے برا نہ کہنے لگیں۔

معبودان باطلہ کو برا کہنا اگرچہ جائز ہے اور ایمانی غیرت سے کہا جائے تو شاید ثواب بھی ہو مگر جب یہ اندیشہ ہو کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو برا کہنا شروع کر دیں گے۔ تو ایسی شکل میں معبودان

باطلہ کو برا کہنا ناجائز اور ممنوع ہو گا۔

اس کی مثال حدیث میں اس طرح آئی ہے۔ کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہؓ! اگر تیری قوم (قریش کے لوگ) نو مسلم نہ ہوتے یعنی کفر کے ساتھ ان کا زمانہ نیا نہ ہوتا تو میں کعبہ کو گرا کر اس میں دو دروازے لگاتا ایک دروازہ میں سے لوگ اندر جاتے اور ایک دروازہ سے باہر نکلتے (بخاری مسلم کتاب العلم)

اسی طرح صحیح حدیث میں اس کی ایک اور مثال ہے کہ:-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی نہ دے صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو کسی شخص سے ممکن ہی نہیں کہ اپنے ماں باپ کو گالی دے فرمایا کہ ہاں انسان خود تو ان کو گالی نہیں دیتا۔ لیکن جب وہ کسی دوسرے شخص کے ماں باپ کو گالی دے اور اس کے نتیجے میں وہ دوسرا اس کے ماں باپ کو گالی دے تو اس گالی دلوانے کا سبب یہ بیٹا بنا تو یہ بھی ایسا ہی ہے جیسے اس نے خود گالی دی۔

(وللکافرین عذاب الیم)

یہ آیت کا آخری حصہ ہے تو معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کے الفاظ استعمال کرنا کفر والا کام ہے۔

**مراجع:** حاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی ۱/ ۳۷۸

معالم التنزیل للبغوی ۱/ ۱۰۲

تفسیر کبیر ۱/ ۶۵۲

تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۱۳